نقطہ نظر

منیر سامی

کینیڈا کی مردم شماری، خاندانوں کے نظام میں تغیر، اور مسلمان

گزشتہ ہفتہ کینیڈا کے شماریاتی ادارے نے سنہ ۲۰۱۱ کی مردم شماری کے سلسلہ میں کینیڈا کی خاندانی سماجیات کے بارے میں ایک خصوصی رپورٹ شایع کی ہے، جس کے نتائج جاننا، نہ صرف یہاں کے مسلمانوں کے لیئے ضروری ہے بلکہ ان کا اطلاق بشمول امریکہ، مغرب کے دوسرے ممالک میں آباد مسلمانوں پر بھی ہوتا ہے اور یہ ان کے خاندانی نظام پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس رپورٹ کے خاص نکات یہ ہیں:

۱۔ گزشتہ پانچ سالوں میں کینیڈا میں غیر شادی شدہ جوڑوں کی تعداد میں تقریباً چودہ فی صد اضافہ ہوا ہے۔ ان غیر شادی جوڑوں کو انگریزی اصطلاح میں Common Law Couple کہتے ہیں۔ یعنی ایسے جوڑے جنہوں نے رسمی یا سرکاری شادی کیئے بغیر ایک ساتھ رہنا شروع کر دیا ہو، اور معاشرہ نے انہیں شادی شدہ تسلیم کر لیا ہو۔ اس کے مقابلہ میں انہیں پانچ سالوں میں باقاعدہ شادی جوڑوں کی تعداد میں صرف تین فی صد اضافہ ہوا ہے۔

۲۔ ان پانچ سالوں کینیڈا میں ہم جنس پرستوں کے درمیان شادیوں میں تقریباً بیالیس فی صد اضافہ ہوا ہے۔ واضح رہے کہ کینیڈا کے قانون میں مردوں کی مردوں سے اور عورتوں کی عورتوں سے شادی کو قانونی حیثیت حاصل ہے، اور ایسے شادی جوڑوں کو وہ تمام حقوق حاصل ہیں جو کسی بھی ملک کے شادی شدہ جوڑوں کو حاصل ہوتے ہیں۔ یہاں یہ وضاحت کرنا بھی ضروری ہے کہ امریکہ کے وفاقی قانون کے تحت، جو 'شادی کے دفاع کا قانون' کہلاتا ہے ہم جنس پرستوں کی شادی کی اجازت نہیں ہے اور امریکہ کی صرف چھ ریاستوں میں اس طرح کی شادی کی اجازت ہے۔ اس قانون کے خلاف وفاقی عدالتوں میں مقدمات چل رہے ہیں۔ یورپ کے کچھ ممالک ہم جنس پرستوں کی شادی کی قانونی اجازت دیتے ہیں ان میں، بلجیم، پرتگال، ڈنمارک، اسپین، ہالینڈ، آئس لینڈ، اور سوئیڈن شامل ہیں۔

۳۔ مردم شماری کے مطابق گزشتہ پانچ سال میں Lone Parent Family، یعنی ایسے خاندانوں کی تعداد میں جس کا سربراہ صرف باپ یا صرف ماں ہوتی ہے، آٹھ فی صد اضافہ ہوا ہے۔ اس قسم کے خاندان، طلاق، میاں بیوی کے درمیان علیحدگی، یا ان میں سے کسی ایک کی موت کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ عام طور پر یہ خاندان طلاق یا علیحدگی کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ یہ مردم شماری یہ بھی بتاتی ہے کہ ان خاندانوں میں تنہا عورتوں کی تعداد تقریباً اسی فی صد ہے۔ اس طرح ان خاندانوں میں اولادیں عموماً پدری سربراہی سے محروم ہوتی ہیں۔

۴۔ اسی عرصہ میں غیر شادی شدہ جوڑے والے خاندانوں کی تعداد ان خاندانوں سے بڑھ گئی ہے جس میں صرف ماں یا صرف باپ خاندان کے سربراہ ہیں۔

۵۔ ان پانچ سالوں میں ایسے خاندان جہاں بچے ماں باپ کے ساتھ نہیں رہتے، تمام خاندانوں کی تعداد کا پینتالیس فی صد تھے۔

۶۔ اسی عرصہ میں ایسے خاندانوں کی تعداد جن میں سوتیلی اولادیں تھیں، شادی شادی شدہ اور غیر شادی شدہ جوڑوں کی آبادی کا تقریباً تیرہ فی صد تھی۔

۷۔ غیر شادی شدہ جوڑوں کے ساتھ رہنے والے چودہ سال سے کم عمر والے بچوں کی تعداد شادی شدہ اور غیر شادی شدہ ماں باپ کے ساتھ رہنے والے بچوں کی آبادی کا سولہ فی صد تھی۔

۸۔ چودہ سال عمر والے بچوں کی تعداد کی بیس فی صد آبادی ایسے خاندانوں میں تھی جن کے سربراہ صرف ماں یا باپ تھے۔ ان میں سے اسی فی صد بچے ان خاندانوں میں تھے جن کی سربراہ صرف عورت تھی۔

یہاں یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ امریکہ اور کینیڈا کے عائلی قوانین میں فرق ہے، اور کینیڈا کے برخلاف امریکہ میں غیر شادی شدہ جوڑوں کو صرف دس ریاستیں تسلیم کرتی ہیں۔ لیکن اعداد و شمار یہ بھی بتاتے ہیں کے امریکہ میں بھی عام شادی کا رواج کم ہوتا جا رہا ہے۔ امریکہ میں طلاقوں کی اوسط تقریبا چالیس سے پچاس فی صد ہے۔

گر ہم مندرجہ بالا اعداد و شمار کی روشنی میں غیر کریں تو ہمیں اندازہ ہوگا کہ نہ صرف کینیڈا بلکہ امریکہ میں بھی خاندان کا یہ تغیر پذیر نظام ان ممالک کے نظام سے بہت مختلف ہے جہاں سے ہجرت کر کے مسلمان کینیڈا اور مغربی ممالک میں آ بسے ہیں۔ کینیڈا اور مسلم ممالک کے خاندانی نظام میں سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ مسلم ممالک اب بھی پدرانہ نظام کے تحت ہیں۔ ان ممالک میں غیر شادی شدہ جوڑوں کی موجودگی ایک محال امر ہے۔ اسی طرح ان ممالک میں ایسے خاندانوں کی تعداد تقریباً خال خال ہے جن کی سربراہی صرف ماں یا باپ کر رہے ہوں۔

مسلم خاندانی روایتوں کے پیشِ نظر، کینیڈا، امریکہ، اور مغرب میں آ کر بسنے والوں کے لیئے یہ بہت مشکل ہے کہ وہ ہم جنس پرست شادیوں کو تسلیم کریں، یا ایسے جوڑوں کو مستحسن نظر سے دیکھیں جو بغیر رسمی شادی کے آپس میں رہتے ہوں۔ اسی طرح ان کے لیئے اس نظام کو سمجھنا بھی مشکل ہوتا ہے جن میں خاندان کی سربراہی تنہا مرد یا تنہا عورتیں کر رہے ہوں۔

مسلمان اس طرح کے خاندانی نظام کو عموماً غیر اخلاقی سمجھتے ہیں، اور کوشش کرتے ہیں کہ ان کی اولاد پر کسی طرح سے اس نظام کا اثر نہیں پڑے۔ اور اس ضمن میں وہ طرح طرح کے رویے اختیار کرتے ہیں۔ ان رویوں میں اپنی اولادوں کو اس نظام سے دور رکھنے کی کوشش، بچوں اور خصوصاً بچیوں کے ساتھ سخت گیری، بچوں کو اپنے پڑوسیوں سے دور رکھنے کی کوشش، اور اجتماعی طور ایسی بستیوں میں رہائش شامل ہیں جہاں اکثر اپنے ہی جیسے لوگ آباد ہوں۔ ایسی بستیوں کو Ghettoe کہا جاتا ہے۔

ایسا کرتے وقت وہ یہ بات بالکل مدِ نظر نہیں رکھتے کہ زمانہء ازل ہی سے ہجرت کرنے والی ہر قوم کو لامحالہ نئے معاشرہ کی ثقافت، اخلاقیات، اور روایات کو قبول کرنا ہی پڑتا ہے، اور ہجرت کے نتیجہ میں رفتہ رفتہ ان کی وہ شناخت مٹتی چلی جاتی ہے جسے وہ کسی نہ کسی طرح قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ اس شناخت کی تبدیلی ارتقائی ہوتی ہے، اور دوسری تیسری نسل تک پہنچتے پہنچتے یہ شناخت بہت مخلوط ہوتی جاتی ہے۔ ایسا نئے معاشرہ میں مخلوط شادیوں کے نتیجہ میں بھی ہوتا ہے اور نئے ملک کی ثقافت اور روایت کے براہِ راست اثر سے بھی۔

کینیڈا، امریکہ، اور مغرب میں مقیم کئی مسلم خاندان اپنی اولاد کو نئی روایت اور ثقافت سے بچانے کے لیئے کئی شدت پرست رویے بھی اختیار کرتے ہیں۔ ان میں بچوں پر سختیاں، اسلامی تعلیم اور رسم و رواج پر جبراً زور، اور ان پر طرح طرح کی پابندیاں شامل ہیں۔ بعض مسلم خاندانوں میں ایسی مثالیں بھی پائی جاتی ہیں کہ وہ اپنے بچوں کو دھوکہ دے کر اپنے پرانے ممالک میں لے جا کر اپنے خاندان والوں کی نگرانی میں چھوڑ آنے اور ان ممالک کے عمومی یا مذہبی اسکولوں میں جبری تعلیم دلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان میں لڑکیاں اور لڑکے دونوں شامل ہیں۔ کینڈا اور امریکہ میں خاندانی عزت کے نام پر مسلم لڑکیوں کے قتل کے جرائم بھی منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔

اسی طرح مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں کی اپنے ممالک میں لے جا کر جبری شادیاں بھی کی جاتی ہیں۔ ایسی کئی شادیوں کا انجام طلاق تک پہنچتا ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ مغرب میں مقیم مسلم خاندان اپنی لڑکیوں کی شادیاں اپنے سابقہ ممالک میں رشتہ دار یا غیر رشتہ دار لڑکوں سے کرتے ہیں۔ ایسی صورتِ حال میں جب لڑکی کا خاوند لڑکی کے خاندان والوں کی زیرِ کفالت مغرب میں آتا ہے، تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہاں کا ماحول اور لڑکی کا مغربی رویہ اس کے لیئے ذہنی دھچکے کا سبب بنتا ہے۔ اسے یہ بات راس نہیں آتی کہ اس کی مغربی تعلیم یافتہ بیوی آزاد روش اختیار کرے یا کسی غیر مرد سے کسی قسم کی بے ضرر گفتگو بھی کرے۔ ایسی صورتِ حال میں کئی بار لڑکی ذہنی اور جسمانی تشدد کا شکار ہو جاتی ہے، اور نتیجہ طلاق تک جا پہنچتا ہے۔

جب بعض مسلم خاندان اپنے ہی جیسے لوگوں کے ساتھ رہنے کے لیئے ایسی بستیوں میں رہنا چاہتے ہیں جہاں کا ماحول ان کے پرانے ممالک کے قریب تر ہو یا جہاں مسلمان زیادہ تعداد میں بستے ہوں، تو اس طرح کے باڑوں Ghettoes میں رہنے کی وجہ سے ان کے بچوں کا عام آبادی سے اختلاط کم تر ہو جاتا ہے اور وہ ایک مصنوعی ماحول میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ وہ ان خاندانوں کے مقابلہ میں کم تعلیم یافتہ رہ جاتے ہیں جو عام شہریوں کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں۔

نئے معاشرہ میں پیدا ہونے والے یا یہاں بچپن ہی سے آ جانے والے بچے فطری اور قدرتی پر نئے ماحول کو اپناتے ہیں۔ وہ فطری طور پر وقت آنے پر اپنی مرضی سے عام معاشرہ کے مختلف طبقات کے لڑکے لڑکیوں سے شادی کرتے ہیں، جن میں مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں کی غیر مسلموں سے شادی بھی شامل ہے۔ اس کے علاوہ ایسے بچے ماں باپ کی سختیوں سے تنگ آ کر کئی بار گھر چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور یوں اپنے خاندانی ماحول سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یہ صورتِ حال اس پدری اور روایتی نظام کی شکست و ریخت کا باعث ہوتی ہے جو ان کے ماں باپ ان پر مسلط کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس تحریر کا مقصد ان مسلمانوں کو نئے ممالک کے نظام اور اس ارتقا کے بارے میں مطلع کرنا ہے جو ہجرت کے نتیجہ میں ہر اس انسان کو اپنانا پڑتا ہے جو اپنی مرضی سے کسی نئے ملک میں بسنا چاہتا ہو۔ ایسے لوگوں کے سامنے دو واضح راستے ہیں، پہلا یہ کہ وہ مغربی ممالک کی طرف ہجرت کرنے سے پہلے یہاں کے نظاموں کے بارے میں پوری طرح سے آگاہ ہوں، اور سوچ سمجھ کر ہجرت کا فیصلہ کریں۔ دوسرا راستہ یہ ہے کہ وہ یہاں کے سیکولر نظام کو اپنا کر اپنے بچوں کو اپنی اقدار سمجھانے کی صرف نرم دلانہ کوششیں کریں، اور بچوں کو اپنی تعلیم، اپنی شادیوں اور اپنی زندگیاں گزارنے کے بارے میں آزادانہ اجازت بھی دیں اور تلقین بھی کریں۔ اگر کچھ مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ان نئے ممالک میں اقلیت میں ہوتے ہوئے بھی کسی بھی تبلیغ یا جدوجہد کے ذریعہ یہاں اپنا نظام قائم کر دیں گے تو یہ ان کی خام خیالی ہی ہے۔

حال ہی میں مسلمانوں کے بارے میں نرم رویہ رکھنے والے کینیڈا کے ایک صحافی Doug Saunders نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ شاید سنہ ۲۰۳۰ء میں مغرب میں مسلمانوں کی تعداد آبادی کے تقریباً سات فی صد تک پہنچ جائے۔ یہ ایسی صورتِ حال نہیں ہے کہ مسلمان ان ممالک میں غلبہ حاصل کر لیں۔ اس لیئے بہتر یہی ہے کہ وہ ان ممالک کے سیکولر نظام اور اس کی ثقافت اور روایت سے قدم ملا کر چلیں، اسی میں ان کی اور ان کے خاندانوں کی بقا اور بھلائی کی ضمانت ہے۔

(Publihsed in Urdu News, USA, Canada, UK - September 26, 2012)